

پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا نئی نسل کے رہنما و ادبی وراثت کے محافظ

عصمت خاتون

ریسرچ اسکالر

پاٹلی پتر ایونیورسٹی، پٹنہ

تلخیص: اردو ادب کے علمبردار پروفیسر (ڈاکٹر) محمد یحییٰ صبا ادبی کہکشاں کا وہ تابندہ روشن ستارہ ہے جس کی روشنی بہ وسیلہ عالم ادب کے ہر گوشے کو تنویر بخش رہی ہے۔ اردو ادب میں ان کی شخصیت ایک انجمن کی مانند ہے۔ پروفیسر (ڈاکٹر) محمد یحییٰ صبا ایک وسیع المطالعہ محقق، تنقید نگار اور مترجم ہیں۔ انہیں فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبان پر یکساں دسترس حاصل ہے ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور مقبول عام ہو چکی ہیں۔ ذی علم شخصیت کے مالک پروفیسر ڈاکٹر سید محمد یحییٰ صبا نے اردو زبان و ادب کی ترویج، تحقیق و تنقید، اور تعلیمی میدان میں اپنی گراں قدر خدمات سے ایک ممتاز مقام حاصل کیا ہے۔ ان کا ادبی سفر فکری گہرائی، تنقیدی بصیرت، تحقیقی وقار اور تدریسی لگن سے مزین ہے ان کا علمی سفر نہ صرف داخلی طور پر مضبوط اور منظم ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی ان کی علمی کاوشوں کی پذیرائی ہوئی ہے۔ سلیم قلب، پیکر علم و دانش پروفیسر سید محمد یحییٰ صبا کی شخصیت سادگی، خلوص اور محنت کے ساتھ علمی لگن اور معاشرتی خدمت کے جذبے کا حسین امتزاج ہے۔

کلیدی الفاظ: محدود، اعتراف، معاون۔ ثقافت، ہم آہنگی، کہکشاں، تنویر، انجمن، وسیع المطالعہ، استدلال، امتزاج

محافظ جس کی ہیں امواج طوفاں

میں وہ قطرہ ہوں بحر بیکراں میں

الطاف زرگر

علم و ادب اور تحقیق و تنقید کا ترجمان "تاریخ ادب اردو" ایک بین الاقوامی سطح کا سہ ماہی رسالہ ہے۔ اس کے مدیر و مالک، ہندوستانی کے بانی "Peace India Foundation" ٹرسٹ ثقافت اور سماج کے فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والا ایک اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے سرگرم ایک علمی ادارے کی وری مل کالج، دہلی یونیورسٹی میں شعبہ اردو میں تدریس کے مقدس پیشہ سے وابستہ، اردو ادب کے علمبردار پروفیسر (ڈاکٹر) سید محمد یحییٰ صبا کے ادبی خدمات کا ڈنکا آج ہندوستان کے گوشے گوشے میں بج رہا ہے۔ پروفیسر (ڈاکٹر) سید محمد یحییٰ صبا مردم خیز سرزمین ارریہ (بہار) کے ایک تعلیم یافتہ اور مذہبی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا ۴ / فروری ۱۹۷۰ء کو ریاست بہار کے ضلع ارریہ کے ایک علمی و دینی فضاء رکھنے والے گاؤں مہدیو

شریف میں پیدا ہوئے۔ اس پر سکون مگر با مقصد بستی کی فضا نے ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی شخصیت کی بنیاد میں سنجیدگی، شائستگی اور علم دوستی کے

اوصاف شامل کیے۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کے والد کا حقیقی نام محمد انعام الحق تھا، جنہیں حاجی مستان بھی کہا جاتا تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی زیب النساء ہے جو ایک گھریلو اور مذہبی خاتون تھیں۔^۲

ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کے خاندان میں کئی علمی اور دینی شخصیات شامل ہیں، جن میں ماسٹر محمد منصور عالم، ماسٹر محمد توحید عالم، حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب، ڈاکٹر محمد بہلول، عاصمہ خاتون کی بیٹی، اور بی بی شاہین شامل ہیں۔ ڈاکٹر یحییٰ صبا کے والد ایک باوقار، دیانتدار اور فعال سماجی شخصیت تھے۔ انہوں نے منشی تک تعلیم حاصل کی اور زراعت کے ساتھ ساتھ ہوٹل کے کاروبار میں بھی سرگرم رہے۔ ان کا تعلق دینی اور روحانی حلقوں سے گہرا تھا، اور وہ شاہ ادیس پیر طریقت خانقاہ کمہیا اور شاہ محی الدین پیر طریقت خانقاہ کامت کے مرید تھے۔ وہ دعوت و تبلیغ کے پیروکار اور اس کے فروغ میں سرگرم رہے، اور کئی بار عازمین حج کے ہمراہ سفر حجاز کیا۔ ان کی سماجی خدمات میں نمایاں کارنامے مسجد ہر واپچوک، جو کی ہاٹ مدرسہ مفتاح العلوم، ہر واپچوک کی تعمیر اور مہدیو کے سرکاری اسکول کو اپنی ذاتی زمین عطیہ کرنا شامل ہے۔ ان کا انتقال مسکو نہ مہدیو، جو کی ہاٹ، اریہ (بہار) میں ہوا، اور ان کی یادگار خدمات کو آج بھی ان کے آبائی علاقے میں عزت و احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔^۳

آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ بی بی زیب النساء اور والد محترم انعام الحق عرف حاجی مستان صاحب نہایت درد مند دل اوصاف کے حامل انسان تھے۔ موصوف کے والدین اور خاندان کا دینی اور مذہبی رنگ آپ پر بخوبی چڑھا جس سے آپ کی شخصیت اور بھی نکھر گئی۔ ہارون عبداللہ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ:

”ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی علمی و فکری تربیت کا دار و مدار نہ صرف ان کے خاندانی پس منظر پر ہے بلکہ ان کے ارد گرد کا مذہبی، روحانی اور سماجی ماحول بھی ان کے شخصیت سازی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ان کے والدین کی دینی وابستگی نے ان کے اندر ایک گہرا اخلاقی شعور اور ایمانی مضبوطی پیدا کی، جو ان کی شخصیت کا لازمی حصہ بن گئی۔ والدین کی علمی دلچسپی اور خاص طور پر خدمتِ خلق کا جذبہ ڈاکٹر یحییٰ صبا کی شخصیت میں رچ بس گیا، جس کی جھلک ان کے ادبی اور فکری رویوں میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ جذبہ نہ صرف ان کے کام کی بنیاد ہے بلکہ ان کے ادب سے محبت اور خدمتِ معاشرت کی تحریک بھی ہے۔ اس طرح، انہوں نے ایک ایسی شخصیت تشکیل دی جو سادگی، خلوص اور محنت کے ساتھ علمی لگن اور معاشرتی خدمت کے جذبے کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی فکری تربیت میں مذہبی اور روحانی اثرات نے انہیں صرف ایک محقق یا استاد ہی نہیں بلکہ ایک ایسا فرد بنایا جو اپنی فکری اور ادبی خدمات کے ذریعے معاشرے کی بہتری اور فلاح کے لیے کوشاں ہے۔“^۴

پیکرِ علم و دانش اور عظیم شخصیت کے مالک ڈاکٹر سید محمد یحییٰ صبا کی شخصیت قابلِ رشک ہے، جو انسانیت کے قدردان، کمزور اور نادار لوگوں کی خدمتگار ہیں، وہ ریسرچ اسکالرز اور خادمِ اردو کی حمایت بھی کرتے ہیں۔ پروفیسر یحییٰ صبا ادبی میدان میں تخلیقی، تحقیقی، تنقیدی اور تدریسی ذمہ داریوں کے باوجود، قومی و ملی ذمہ داریوں کو بھی بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ آج انہوں نے علم کی بنیاد پر جو مقام حاصل کیا ہے وہ ایک ادیب کے لئے لگ بھگ ناممکن ہے، کیونکہ اس شعبہ میں نہ صرف علمی صلاحیت چاہیے بلکہ تحقیقی دیانت، تنقیدی شعور، اور تدریسی بصیرت بہت ضروری ہے۔ بڑی مشکل سے ایسی مستند اور معتبر اوصاف والی شخصیت قرہ ارض میں پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں اوصاف کی بنیاد پر انہوں نے علمی فکر کے ساتھ اردو زبان و ادب کی ترویج، تحقیق و تنقید کے شعبہ اور تعلیمی میدان میں غیر معمولی خدمات انجام دی ہے اور ایک ممتاز مقام حاصل کیا ہے۔ آج بین الاقوامی سطح پر ان کی شناخت ہے اور وہ "تاریخِ ادبِ اردو" کے ذریعہ بھی بہت بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ رسالہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سارے خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر بھی ان کی علمی و ادبی کاوشوں کی خوب خوب

پزیرائی ہوتی ہے۔ بچی صبا کی خدمات و شخصیت پر تحقیقی کام انجام دینے والوں کے مطابق ان کا ادبی سفر فکری گہرائی، تنقیدی بصیرت، تحقیقی وقار اور تدریسی لگن سے مزین ہے۔ ڈاکٹر سید محمد تاج پروفیسر ساجد الہی لکھتے ہیں کہ:

"تحقیق و تنقید کے میدان میں ڈاکٹر محمد بچی صبا نے جو مقام حاصل کیا ہے، وہ ان کی محنت، استقامت اور علم دوستی کی عکاسی کرتا ہے۔ انہوں نے اردو ادب کے مختلف گوشوں پر وسیع مطالعہ کیا اور ان کے کام میں علمی استدلال کی سختی، حوالہ جات کی مستعدی، اور زبان و بیان کی سشتگی ایسی خصوصیات ہیں جو ان کی تحریروں کو نہ صرف معتبر بناتی ہیں بلکہ انہیں علمی حلقوں میں ممتاز مقام بھی دلاتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں سنجیدگی اور فکری گہرائی کا امتزاج پایا جاتا ہے، جس سے ان کے موضوعات کی وسعت اور تنوع نمایاں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہم عصر محققین اور نقادوں سے منفرد اور معتبر حیثیت رکھتے ہیں۔" ۵

پروفیسر احمد البیرک صاحب نے بھی موصوف کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں اردو ادب کے ممتاز محقق اور ذی علم شخصیت کے طور پر سراہا ہے۔ صبا صاحب کے استاد محترم پروفیسر ارتضاکریم نے انہیں اردو زبان و ادب کے ساتھ دیگر علمی شعبوں سے بھی گہری وابستگی اور اعلیٰ ادبی معیارات کا معمار قرار دیا ہے۔ ۶

ڈاکٹر سید محمد بچی صبا کی شخصیت ایک منفرد اور جامع کیفیت کی حامل ہے، جو تدریس، تحقیق، تنقید، ادارت اور عملی خدمات کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کی علمی جدوجہد اردو ادب کے علمی خزانے میں ایک قیمتی اضافہ ہے، جو نہ صرف موجودہ دور کے محققین اور طلبہ کے لیے معاون ثابت ہو رہی ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک روشن رہنما کردار ادا کر رہی ہے۔ تدریس کے شعبے میں ان کی گہری بصیرت اور متحرک انداز نے اردو ادب کو نئی جہتیں دی ہیں، جس سے طلبہ کی علمی اور فکری صلاحیتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ تحقیق میں ان کی گہری دلچسپی اور سائنسی طریقہ کار نے اردو ادب کی پیچیدگیوں کو واضح کرنے اور نئے موضوعات کو سامنے لانے میں مدد دی ہے۔ تنقید کے میدان میں وہ نہ صرف روایتی تنقیدی اصولوں پر عمل پیرا ہیں بلکہ جدید رجحانات کو بھی بروئے کار لا کر اپنے تجزیے کو مزید جامع اور موثر بناتے ہیں۔ ادارت کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر بچی صبا نے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے، جہاں انہوں نے مختلف علمی و ادبی جراند کی صدارت اور ادارت کرتے ہوئے معیاری مواد کی اشاعت کو یقینی بنایا ہے۔ ان کی عملی خدمات نے اردو ادب کے فروغ کے لیے جو محنت اور جذبہ دکھایا ہے، وہ اردو زبان و ادب کی خدمت میں ایک مثالی کردار کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس طرح ڈاکٹر سید محمد بچی صبا کا علمی و ادبی سفر نہ صرف اردو تحقیق و تنقید کے لیے ایک نمایاں مثال ہے بلکہ ایک ایسے علمی ورثے کی تعمیر ہے جو مستقبل کے ادب دوستوں اور محققین کے لیے مشعل راہ ثابت ہو گا۔ ۷

بین الاقوامی کانفرنسز میں ترکی کے قد آور پروفیسر ڈاکٹر احمد البیرک نے ڈاکٹر بچی صبا کو اردو ادب کے ممتاز محقق اور تعلیم یافتہ شخصیت کے طور پر سراہا ہے اور ان کے کام کو اردو ادب میں نمایاں خدمات قرار دیا ہے۔ اسی طرح، ان کے گائیڈ پروفیسر ارتضاکریم نے انہیں نہ صرف اردو بلکہ متعدد علمی شعبوں میں گہری وابستگی اور اعلیٰ ادبی معیارات کے قیام کے لیے وقف محقق قرار دیا ہے، جو نئی تحقیقی راہوں کو فروغ دیتے ہیں اور عالمی معیارات کے ساتھ ملکی ثقافت و ورثے کو جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۸

ڈاکٹر محمد بچی صبا "Peace India Foundation" کے بانی ہیں، جو بھارتی ثقافت اور سماج کے فروغ کے لیے کام کرنے والا ایک ٹرسٹ ہے۔ وہ عالمی سطح پر امن اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے سرگرم ایک علمی ادارے "United Religion Initiatives" سے بھی وابستہ ہیں۔ ان کی علمی سرگرمیاں صرف تحقیقی نہیں بلکہ ادبی و ثقافتی محافل اور تعلیمی اداروں سے گہری وابستگی رکھتی ہیں۔ وہ گزشتہ دو دہائیوں سے ادبی ماہانہ رسالہ

"تاریخ ادب اردو" کے مالک اور مدیر بھی ہیں، جو اردو ادب میں نئے رجحانات کو اجاگر کرنے اور عالمی تعلیمی اداروں میں اردو ادب کی پہچان کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ ۹

پروفیسر محمد یحییٰ صبا علمی و ادبی طور پر بے حد فعال اور متحرک ہیں۔ نسل نو کے رہنما، ادبی وراثت کے محافظ اور معاون بھی ہیں۔ انہوں نے نئی نسل کی علمی رہنمائی اور ادبی آبیاری کی ہے۔ انہوں نے خود کو صرف تدریسی اور علمی خدمات تک ہی محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اردو زبان کے فروغ اور نصاب سازی میں اہم رول ادا کیا ہے۔ سیمیناروں میں شرکت اور جراند کی ادارت جیسے ان کے خدمات قابل قدر ہیں۔ ان کی کئی تصنیف منظر عام پر آچکی ہیں اور تحقیقی مقالے جو بین الاقوامی سطح پر معتبر ریفرنڈ شدہ جرنلز میں شائع ہو چکے ہیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

تصانیف:

(۲۰۱۵ء) "آغا شاعر کی ناول نگاری"

(۲۰۱۶ء) "ادبی مقالہ جات"

(۲۰۱۷ء) "ادبی شخصیت"

(۲۰۱۸ء) "ادبی تجزیات"

(۲۰۱۹ء) "ادبی مناظرات"

(۲۰۲۰ء) "جمیل جالبی: محقق و مورخ"

تحقیقی مقالے:

"فرحت روح کا شاعر: اصغر گوندوی"، تاریخ ادب اردو، جلد ۳، شمارہ ۱، جنوری تا مارچ ۲۰۲۱

"ایک تبسم آفرین کلام کار خالد محمود"، تاریخ ادب اردو، جلد ۳، شمارہ ۲، اپریل تا جون ۲۰۲۱

"سماجی درد کا شاعر: زیر ال حسن غافل"، تاریخ ادب اردو، جلد ۳، شمارہ ۳، جولائی تا ستمبر ۲۰۲۱

"نصیر ملک: رنگین دنیا کا ایک گمنام شاعر"، تاریخ ادب اردو، جلد ۳، شمارہ ۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۱

"رینو کی کہانیوں میں مٹی کی خوشبو"، تاریخ ادب اردو، جلد ۴، شمارہ ۱، جنوری تا مارچ ۲۰۲۲

"تصوف کے شاعر خواجہ میر درد"، تاریخ ادب اردو، جلد ۴، شمارہ ۲، اپریل تا جون ۲۰۲۲

"صوفیائے ہند کا تاریخی و ادبی مقام"، تاریخ ادب اردو، جلد ۴، شمارہ ۳، جولائی تا ستمبر ۲۰۲۲

"عصر حاضر میں گوداؤں کی معنویت"، تاریخ ادب اردو، جلد ۴، شمارہ ۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۲

"ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی شعری و فکری جہات"، تاریخ ادب اردو، جلد ۵، شمارہ ۱، جنوری تا مارچ ۲۰۲۳

"قومی شعور کے فروغ میں اردو ادب کا کردار"، تاریخ ادب اردو، جلد ۵، شمارہ ۲، اپریل تا جون ۲۰۲۳

ڈاکٹر سید محمد یحییٰ صبا کی شخصیت ایک منفرد اور جامع کیفیت کی حامل ہے، جو تدریس، تحقیق، تنقید، ادارت اور عملی خدمات کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کی علمی جدوجہد اردو ادب کے علمی خزانے میں ایک قیمتی اضافہ ہے، جو نہ صرف موجودہ دور کے محققین اور طلبہ کے لیے معاون ثابت ہو رہی ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک روشن رہنما کردار ادا کر رہی ہے۔ تدریس کے شعبے میں ان کی گہری

بصیرت اور متحرک انداز نے اردو ادب کو نئی جہتیں دی ہیں، جس سے طلبہ کی علمی اور فکری صلاحیتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ تحقیق میں ان کی گہری دلچسپی اور سائنسی طریقہ کار نے اردو ادب کی پیچیدگیوں کو واضح کرنے اور نئے موضوعات کو سامنے لانے میں مدد دی ہے۔ تنقید کے میدان میں وہ نہ صرف روایتی تنقیدی اصولوں پر عمل پیرا ہیں بلکہ جدید رجحانات کو بھی بروئے کار لا کر اپنے تجربے کو مزید جامع اور موثر بناتے ہیں۔ ادارت کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر یحییٰ صبا نے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے، جہاں انہوں نے مختلف علمی و ادبی جراند کی ادارت اور ادارت کرتے ہوئے معیاری مواد کی اشاعت کو یقینی بنایا ہے۔ ان کی عملی خدمات نے اردو ادب کے فروغ کے لیے جو محنت اور جذبہ دکھایا ہے، وہ اردو زبان و ادب کی خدمت میں ایک مثالی کردار کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس طرح ڈاکٹر سید محمد یحییٰ صبا کا علمی و ادبی سفر نہ صرف اردو تحقیق و تنقید کے لیے ایک نمایاں مثال ہے بلکہ ایک ایسے علمی ورثے کی تعمیر ہے جو مستقبل کے ادب دوستوں اور محققین کے لیے مشعل راہ ثابت ہو گا۔ ۱۰

ان کی شخصیت اور ادبی خدمات پر ایک مفصل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے ان کی ادبی خدمات کے کئی گوشے ایسے ہیں جو تشنہ ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ کچھ شخصیت ایسی ہوتی ہیں جن کے کارناموں کو دیکھ کر دل سے بے ساختہ داد و تحسین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ ایسی شخصیتیں قوم کے لئے اثاثہ ہوتی ہیں۔ پروفیسر محمد یحییٰ صبا کا بھی تعلق اسی قبیلہ سے ہے۔ پروفیسر صبا صاحب نہ صرف قوم، ملک بلکہ پوری انسانیت کے لئے انمول تحفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتی ہوں کہ ان کے ذوق کو خوب بڑھائیں اور عمر میں بے پناہ اضافہ کریں تاکہ قرہ ارض پر لوگ ان سے مستفیض ہوتے رہیں اور ان کی ادبی خدمات سے ادبی خزانہ میں بھی بے انتہا اضافہ ہوتا رہے۔ ان کی مقبولیت دنیا میں ہو جائے اور وہ ماہ نور کی طرح فلک پر رونما ہو کر پوری دنیا کو پر نور کر دیں۔ آخر میں فرحت احساس کا یہ شعر پیش خدمت ہے

چاند بھی حیران دریا بھی پریشانی میں ہے
عکس کس کا ہے کہ اتنی روشنی پانی میں ہے
حواشی:-

۱۔ عبد اللہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی ادبی خدمات، مقالہ ایم فل، ص: ۲

۲۔ ایضاً، ص: ۳

۳۔ ہارون عبد اللہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی ادبی خدمات، مقالہ ایم فل، ص: ۷

۴۔ ایضاً، ص: 48

۵۔ شمینہ قریشی، ادارت اور تدریس میں ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کا حصہ، لاہور: علمی ادارہ، ۲۰۲۱ء، ص: ۱۰۱

۶۔ ہارون عبد اللہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی ادبی خدمات، مقالہ ایم فل، ص: ۱۰

۷۔ رضا احمد: ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا: شخصیت اور فن، کراچی: ادارہ ادب و تحقیق، ۲۰۲۲ء، ص: ۵۳

۸۔ احمد ناصر، ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا اور جدید اردو تحقیق، دہلی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۳ء، ص: ۶۳

۹۔ ایضاً، ص: ۷۷

۱۰۔ عصمت خاتون (راقم)، پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا سے انٹرویو بہ ذریعہ ٹیلی فون، بتاریخ: ۲۰ فروری ۲۰۲۶ء، بوقت ۴ بجے شام

اللغة العربية ودورها في توطيد العلاقات والتواصل الثقافي بين الهند والعرب

الدكتور أصغر محمود الندوي

أستاذ مساعد ، قسم اللغة العربية ، جامعة دلهي

الملخص

أرقى ما تقوم به الشعوب هو التواصل فيما بينها ، واللغة هي أداة أساسية لذلك التواصل ، وهي أداة التخاطب ووسيلة تبادل الآراء والأفكار وطريقة التعبير عن المشاعر والأحاسيس.

وقد كرم الله عز وجل الأمة العربية بأكمل اللغات وأجلها، وأحسنها وأبهاها، وأرقاها وأذوقها، اللغة العربية لغة القرآن و متعة اللسان، اللغة العربية التي بدأت فجأة على غاية الكمال فليس لها طفولة ولا شيخوخة، فهي مستودع الأمة الذي يحمل خصائصها وتصوراتها وعقيدتها وتاريخها ، هي كما قال شوقي مفاخرها :

إن الذي ملأ اللغات محاسنها.. جعل الجمال وسره في الضاد.

ولكن وكما قيل ليست العربية لأحدكم من أب ولا لأم وإنما هي من اللسان فمن تكلم بها فهو عربي، فقد وجد الكثير من الهنود ممن أحبوا هذه اللغة وعشقوها وكتبوا حولها مئات الكتب، وصاروا يتكلمون بها بلسان عربي مبين، وتمتلىء المكتبة الهندية وتعج بمئات الآلاف من الكتب والمجلدات التي تتحدث باللغة العربية الفصحى لمؤلفين هنود. نجد الكثير من المصطلحات والأسماء العربية تنتشر في الهند، فهناك سلع تجارية محتفظة باسمائها العربية وهناك أماكن ومناطق وأنشطة وغيرها لازالت تحمل البصمة العربية الخالصة.

فقد لعبت اللغة العربية دورا كبيرا في بلاد الهند حيث أسست لعلاقات متميزة بين الهند والبلاد العربية، وكان لها الأثر الكبير في أوساط المجتمع الهندي المسلم تحديداً، حيث حافظت على رباط العقيدة والدين في نفوس المسلمين ووثقت من الروابط الإيمانية الأخوية مع أخوانهم المسلمين في كل بقاع الدنيا.

■ الكلمات الأساسية

بداية العلاقات بين الهند والعرب - العلاقات السياسية – العلاقات الثقافية
– علم الطب – الرياضيات – الفلك والنجوم - اللسانيات والأدب الروايات والقصص

- الحكم والأمثال - العباسي والأموي - العصر الحديث - جيتا نجلي - المهاتما غاندي
- جواهر لال نهرو - الشوقي - شهاب غانم - مجلة ثقافة الهند - الجامعات الهندية
- الجرائد والمجلات العربية - الدوائر والمراكز العربية - ساهتيه أكاديمي - مؤسسة
الفكر العربي.

○ الباحث

بداية العلاقات بين الهند والعرب واللغة العربية

إن تاريخ اتصالات وروابط وثيقة بين الهند والبلدان العربية يرجع إلى زمن قديم حتى لا نبالغ عندما نقول أنها كانت منذ بداية الحياة الإنسانية على وجه الأرض. ويدل على ذلك روايات تاريخية ذكرها الإمام الطبري في تاريخه والإمام السيوطي منها نزول نبي الله آدم عليه السلام على أرض سرنديب من الهند وحواء بجدة (جزيرة العرب). وتواصلت الروابط الثقافية منذ وصول الإسلام إلى بلاد الهند عن طريق دخول تجار العرب إلى جنوب الهند في منطقة "مليبار". تقارب الهنود والعرب عن طريق التجارة وتعارفوا فيما بينهم. وبدأ الهنود يفهمون لغة العرب والعرب لغة الهنود، وكان ذلك سبب تواصل تجاري وثقافي بينهم ثم دخول الهنود في دين الإسلام فقد لعبت اللغة العربية في هذا الرابط والتواصل دورا كبيرا بين العرب والهند.

أما العلاقات السياسية بين البلدين فقد بدأت عندما أمر حجاج بن يوسف الثقفي جيشا عربيا بقيادة محمد بن قاسم الثقفي أن يغزو الهند فتم على يده فتح منطقة شستان ومكران ثم السند وذلك في سنة 110م. وفي نهاية القرن العاشر غزا محمود الغزنوي الهند وفتح المناطق الهندية الأخرى .

"تروي كتب التاريخ أن الهنود الذين أسلموا في أقاليم السند كانوا يتحدثون إلى العرب بلغتهم وكانوا يرتدون بزيتهم. يقول المقدسي الذي زار السند بعد انتهاء العصر العربي عن سكان مدينة الديبل: "كلهم تجار وكلامهم سندي عربي". ويقول الاضطري: "ولسان أهل المنصورة والملتان ونواحيها العربية والسندية" غير أن انتشار اللغة العربية في الهند على نطاق ملموس حصل في الرابع الهجري عندما وصل إلى عرش الإقاليم الهندية أسر عديدة من المماليك والخلجيين والتغلقيين والسادات واللوهيين والمغول" (1)

○ العلاقات الثقافية بين الهند والعرب ودور اللغة فيها

أما العلاقات الثقافية بين البلدين فتاريخها يعود إلى ظهور الإسلام وبالتحديد مع تأسيس الخلافة العباسية في منتصف القرن الثامن الميلادي. وكانت هذه الفترة بداية لتاريخ طويل من التواصل الثقافي الذي استمر عدة قرون. وكانت عملية التبادل

الثقافي نشطة في تلك الفترة، وتم نشر أكبر قدر ممكن من المعارف في مجال العلوم والفنون والدين والفلسفة والقيم الاجتماعية والثقافية، فقد أنشأ الخليفة العباسي المأمون " بيت الحكمة " في بغداد عام ٨٢٠م وكانت أكاديمية ومكتبة جلس فيها العلماء المسلمون وغير المسلمين معا، وقاموا بنقل وترجمة الأعمال العلمية من لغات شتى إلى اللغة العربية وقد أصبح " بيت الحكمة " من أهم المؤسسات العلمية في ذلك. وترجمت الكتب الهندية في اللغة العربية في موضوعات شتى بما فيها الطب والرياضيات وعلم الفلك تحت رعاية الخلفاء العباسيين وخاصة تحت رعاية الخليفة هارون الرشيد. وكذلك ترجمت اليونانية والسريانية في مختلف مجالات العلوم إلى اللغة العربية أن الدولة الأموية شددت على العلوم الشرعية وكتب التفسير والحديث والفقه والتاريخ فقط.

○ الكتب المترجمة في علم الطب:

كتاب " سشرت سنهتا " كتاب في الطب ترجم إلى العربية ويعد هذا الكتاب مساويا للقانون لابن سينا. ذكره المؤرخون العرب باسم " سسرود ". وكان هذا الكتاب قد ترجم من السنسكريتية إلى الفارسية، ثم ترجمه من الفارسية إلى العربية عبد الله بن عي " (2)

وكتب بعض المؤرخين أن المترجم هو " كنكا هندي ". و" كتاب السموم " مؤلفه " جانكيه " سماه العرب " شاناق " وكان وزيرا لـ " تشندر غبت هوريه " (چندر گپت موريا) (3) و" كتاب توقشنل " وهذا الكتاب صنفه طبيب هندي يدعى " توقشنل " وقد ذكر المؤرخون العرب أن في الكتاب المذكور مائة داء ومائة دواء. و كتاب في أجناس الحيات وسمومها: صنفه " راي الهندي " و" كتاب في علاجات النساء " ألفته طبيبة الهند " روسا " (4)

وقد نقلت كتب كثيرة أخرى إلى اللغة العربية غير تلك الكتب المتقدمة في هذا الفن . يقول ابن النديم : ومن علماء الهند ممن وصلت إلينا كتبه في النجوم والطب باكه راحه ، صكه، داهر، آنكو، زنكل ، أريكل، جبهر ، اندي ، جباري " (5)

○ الرياضيات

" من أهم مآثر العرب في العلوم المختلفة في العهد الإسلامي أنهم نقلوا الأرقام الهندية (من ١ إلى ٩) إلى اللغة العربية التي امتدت إلى جميع البلاد الإخرى بواسطتهم ، وكانت تكتب الأعداد في بلاد العرب وغيرها من البلاد الأخرى بالأحرف ويسمونها العرب بالأرقام الهندية، لأنهم تعلموها من أهل الهند ، ولكن أهل أوروبا يسمونها أرقاما عربية لأن الرياضيات وصلت إليهم عن طريق العرب. وأن أول من تلقى علم هذه الأرقام

الهندية من العرب هو أبو جعفر محمد بن موسى الخوارزمي، ولذلك هناك فرع خاص بالحساب يقال له في الانجليزية Algorithm أصله هو الخوارزمي" (6) وأبرز الكتب في هذا الموضوع:

"التخت في الحساب الهندي " لأبي النصر محمد بن عبد الله
"رسالة" ليعقوب بن إسحاق الكندي

" الحساب الهندي " ل أحمد بن عمر الكرابيسي

"البحث في حساب الهند" ل أبي حنيفة أحمد بن داود الدينوري

"الحساب الهندي" ل حسن بن حسن الهيثم

○ علم الفلك والنجوم

وكان العرب قد عرفوا علم الفلك لأول مرة من خلال كتاب " سوريا سدانتا" في نهاية القرن الثامن ثم بذلوا كل اهتمامهم وجهدهم لدراسة علم الفلك وعرفوا عن طريق الكتاب التطورات التي وقعت في مجال علم الفلك في الهند. والمؤلفات في علم الفلك التي اطلع عليها العلماء العرب في ذلك الحين هي: " آرية باتية" للفلكي الهندي (آرية بت) من منطقة "كوسوم بورة" وكتاب " خند خديكا" للعالم الفلكي " برهمة. كما أن للهند إسهاما كبيرا في ازدهار علوم الهيئة والنجوم بين العرب. والمصدر الأول في هذا العلم هو كتاب معروف باللغة السنسكريتية باسم " برهم سداند" ألفه مؤلف بارع في العلوم المختلفة وهو " برهم غبت". وألفه وكان قد بلغ من العمر ثلاثين سنة فقط. وقد وصل هذا الكتاب إلى بغداد سنة ست وخمسين ومائة وقدم على الخليفة المنصور. فأمر المنصور بترجمة هذا الكتاب إلى اللغة العربية .

○ علم المواليد والكيمياء والسياسة والحرب

وقد ترجمت الكتب الآتية إلى اللغة العربية في علم المواليد:

"أسرار المواليد " صنفه " كنهه الهندي " (7) و"كتاب المواليد " ألفه " كودر الهندي"

وكتاب المواليد الكبير" ألفه " سنكل هندي" (8)

وقد ذكر ابن النديم في الفهرست : أن ل (خاطف) الهندي كتاب في علم الكيمياء وترجم هذا الكتاب إلى اللغة العربية .

وهناك عدة كتب هندية ترجمت إلى اللغة العربية في السياسات وفن الحرب. منها "كتاب شاناق الهندي في تدبير الحرب ، وما ينبغي للملك أن يتخذ من الرجال " وكتاب باجر الهندي في دراسات السيوف ونعتها وصفاتها ورسومها وعلاماتها" (9)

○ علوم اللسانيات والأدب

وفي علوم اللسانيات والأدب هناك ألفاظ هندية معربة . فكان تجار العرب يستوردون المنتجات والأشياء الأخرى من الهند فيسمون تلك الأشياء. وبالإضافة إلى ذلك هناك ألفاظ هندية أصلا ولكنها تستخدم بالعربية مثل آبنوس وبيغاء وخيزران وفلفل وأهيلج وما شاكل ذلك. والرنجيبيل ونارجيل والصندل والتنبول كلمة "شطرنج" من أسماء الالعب ، فأصل هذه الكلمة من اللغة السنسكريتية "جترنج". وغيرها من الكلمات في العلوم والهندسة والفلكيات .

أما كلمة قرنفل فقد استخدمها شاعر عربي :

إذا قامتا تزوغ المسك منهما نسيم الصبا جاءت بريا القرنفل
وكلمة " هند" معروفة لدى شعراء العرب، يقول الشاعر:

فلا تحسبن هنداً لها الفجر وحدها سجية نفس كل غانية هند
كلمة : "مهند" في شعر طرفة بن العبد:

وظلم ذوي القربى أشد مضاضة على المرء من وقع الحسام المهند
وفي قصيدة " بانث سعاد" لكعب بن زهير :

إن الرسول لنور يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول

وكذلك كثير من البضائع الهندية نسبها العرب إلى الهند مثل السيف الهندي والعود الهندي والقسط الهندي والمسك الهندي والثياب الهندية. أعد الإمام السيوطي رحمة الله فهرسا للألفاظ المعربة التي وردت في القرآن الكريم كالرنجيبيل والكافور وغيرها.

○ الروايات والقصص

وفي الروايات والقصص نجد أثرا هنديا وهو "كليلة ودمنة" لأن العرب كانت لديهم رغبة في جميع وقائعهم وكانوا يحفظون على روايات وأسرههم نسلا بعد نسل ، وجيلا بعد جيل، لكن لم يكن لها أي استناد علمي وب.....ذلك نستطيع القول إنه قد تم وضع حجر الأساس لهذا الصنف في الأدب العربي في "كليلة ودمنة"(١٠)

إن هذا الكتاب ورد إلى إيران من الهند نتيجة لرحلة برزويه إلى الهند ، ثم إن الترجمة العربية لكتاب " كليلة ودمنة" وصلت إلى البلاد العربية بواسطة ترجمته إلى اللغة البهلوية. وقد نقله إلى العربية عبد الله بن المقفع. وأثبتت الروايات أن نسخته الأصلية باللغة السنسكريتية هي مفقودة اليوم .

هناك عدد كبير من الكتب التي ألقت بطراز كليلة ودمنة، منها : "المها بارت" في هذا الكتاب قصص كثيرة لمهابارت ، إن أبا صالح بن شعيب هو الذي نقل هذا الكتاب من اللغة السنسكريتية إلى اللغة العربية(11) و كتاب "ثعلبة وعفرة" ل سهل بن هارون

و كتاب "القائف" لـ أبي العلا المعري و كتاب " درر الحكم في أمثال الهنود والعجم " لعبد المؤمن بن حسن الصاغاني و كتاب " كشف الأسرار عن حكم الطيور والدواب والأزهار" ألفه عز الدين عبد السلام بن غانم المقدسي.

○ الحكم والأمثال

إن الأدب العربي قد تأثر بالأمثال الهندية واحتلت هذه الأمثال مكانا خاصا في المؤلفات العربية .

" وللعرب غرام شديد بهذا الفن ، وتوجد آثاره في سالف الزمن ويتبين من ال... أن العرب اتخذوا هذه الجواهر واللائي الثمينة من الأدب الهندي ، ولذلك نجد الأمثال والحكم المأخوذة من الكتب الهندية بعدد لا بأس به في تصانيف ابن قتيبة عبد ربه الأندلسي ومنها:

"شر المال ما ينفق منه، وشر الإخوان الخافل ، وشر البلاد ما ليس فيه خصب ولا أمن"

"ثلاثة أشياء لا تنال إلا بارتفاع همة وعظيم خطر، عمل الشيطان وتجار..... ومناجزة العدو

"ذو الهمة إن حط فنفسه تبنى إلا علوا كالشعلة من النار يصوبها صاحبها ... إلا ارتفاعا

كتب الأستاذ الدكتور عبد الكريم خليفة: بلغ مجموع الكتب المترجمة إلى اللغة العربية منذ عصر المأمون ، وحتى الآن عشرة آلاف وهو يوازي تقريبا ما تترجمه إسبانيا في عام واحد. وفي مكان آخر يقول عبد الكريم : العالم العربي يترجم سنويا ما يقرب من ٣٣٠ كتابا وهو خمس ما تترجمه اليونان" (12)

○ علماء اللغة العربية وأدبها الهنود في العصرين -العباسي والأموي

فقد نبغ في عصر الخلافة عدد كبير من العلماء البارعين في اللغة والبلاغة والشعر والسير والتراجم، منهم على سبيل المثال : اللغوي البارع الشهير حسن بن محمد الصنعاني اللاهوري(المتوفى سنة ١٢٢٥م) ألف كتابه " العباب الزاخر واللباب الفاخر". لقد اعترف الإمام الذهبي والإمام السيوطي بنبوغه العلمي . والفيلسوف الإسلامي الكبير ابن الأعرابي وهو من علماء اللغة والأدب والشعر والنقد والموازنات، وقد ألف كتبا كثيرة في مجالات علمية مختلفة ، أبو عطاء السندي وهو شاعر من مخضرمي الدولتين الأموية والعباسية:

" ومن المحدثين الهنود الذين ذاع صيتهم في الديار الهندية والعربية معا العالم الشهير أبو معشر السندي صاحب المغازي، وفي العهد الغزنوي الفارسي(وبخاصة عهد

السلطان محمود الغزنوي) الذي يلي عهد المسلمين العرب وسيطر على مناطق شاسعة من الهند والسند برز لفييف من العلماء والشعراء المسلمين الهنود من عرفوا العربية بعمق وألفوا فيها ودرسوا لأجيالهم ، منهم : مسعود بن سلطان اللاهوري (١١٢٢م) الذي أنشد شعرا بالعربية والهندية والفارسية معا ، ومنهم أبو الريحان البيروني الذي استطاع أن يتألق بمؤلفات خلّدت اسمه لا في الهند فقط بل على مستوى رقعة انتشار الحضارة الإسلامية في العالم برمه، وضم بلاط السلطان الغزنوي أسماء كبيرة وعظيمة مثل: الفيلسوف الفارابي ، والفارابي والفردوسي صاحب (الشاه نامه) وكان السلطان نفسه هو من أشار على الفردوسي بكتابة الملحمة الشهيرة ووعدته بأن يكافئه على بيتين بقطعة من الذهب" (13)

○ دور اللغة العربية في تطوير العلاقات الثقافية في العصر الحديث

نجد في الأدب العربي الحديث اهتماما بالهند والثقافة الهندية، ومما يدل على ذلك ما كتب علماء العرب عن الشخصيات الهندية المرموقة مثل: رابيندر ناث طاغور ، و المهاتما غاندي وجواهر لال نهرو. إن رابيندر ناث طاغور (١٨٦١-١٩٤١م) هو الذي حاز جائزة " نوبل" لمجموعته الشعرية " جيتا نجلي" وهو معروف في العالم العربي الأروبي. يقول سيد قطب في النقد الأدبي " فنحن مع طاغور في عالم راض سمح ودود متجاوب ، متجاذب حنون، وفي كون تمسك أطرافه وتجمع عناصر خيوط رفيعة عميقة سارية كأنغام الموسيقى في اللحن الكبير. وكتب العقاد حول المهاتما غاندي كتابا باسم " روح عظيم (غاندي)" أوضح فيه شخصية المهاتما وفكره وفلسفته ولأحمد الشوقي قصيدة أخرى عن الزعيم الهندي "غاندي"(الشوقيات لأحمد شوقي) يقول فيها:

أخوكم في المقاساة	وعرك الموقف النكر
وفي التضحية الكبرى	وفي المطلب والجهد
وفي الجرح وفي الدمع	وفي النفي من المهذ
قفوا حيوه من قرب	على الفلك ومن بعد

ونجد الشاعر محمود شاور ربيع يذكر غاندي ونهرو في شعره:

وكأنما غندي ونهرو أشرفا في نور وجهك فاهتدى بك حائر
وترجمت جميع كتب طاغور وغاندي وجواهر لال نهرو إلى اللغة العربية . وقد ترجم محمد بدران سيرة جواهر لال نهرو باللغة العربية باسم " جواهر لال نهرو وسيرته " كما ترجم الشاعر اللبناني المعروف وديع البستاني أبوابا متعددة من "راماين".

و في " شوقيات " للشاعر العظيم أحمد الشوقي (١٨٦٨-١٩٣٢م) قصيدة أخرى باسم " مولانا محمد علي " (14) وكان محمد علي من أكبر زعماء المسلمين الهنود الذين حاولوا في مكافحة الاستعمار البريطاني. وتوفي محمد علي في سنة ١٩٣١م ودفن بالقدس الشريف. يقول الشوقي في هذه القصيدة:

بطل حقوق الشرق من أحماله وقضية الإسلام من أعبائه
لم تنسه الهند العزيزة رقة للشرق أو سهرًا على أشياءه
النيل يذكر في الحوادث صوته والترك لا ينسون صدق بلائه
قل للزعيم محمد : نزل الأسى بالنيل واستولى على بطائه
ولا ننسى الشاعرة آمال الشامي من صنعاء اليمن وهي تعبر عن عواطفها للهند وأعلامها:

تحية صادقة أزفها للهند ذات السمعة المشرفة
والهند إن الله أحبها فخصها بالعلم أو بالفلسفة
تراثها تاريخها ممجد ورمزها فيها المهاتما خلفه
تاجور ما أحبه في شعره إله أحاسيسي ونفسي العرففة
أما الشاعر والمترجم الشهير من دولة الإمارات شهاب غانم فقد درس في جامعة روركي الهندية خلال السبعينات، وهو صاحب نبذة متميزة يعد من كبار الشعراء وانطلق يجرّب أنحاء الهند وصاغ الثقافة الهندية بروح الشعر العربي وقد نظم قصيدة رائعة عن الهند يذكر ما رآه من الآثار الجميلة وفنون وآداب الهند . يقول فيها: (15)

وجامع مسجد فيها نسبة الهند والعرب
على ألوان مرمر شواهد أنها كتب
أنا من مصر يا يمنا أنا ابن النيل يقترب
سلام الله يا بنجاب ياكشمير منتخب
مولانا آزاد بها جود قوي لها غلب
هنا ساروجني نأدو وشعر الحب يحترب
وللشاعر عمر أبو ريشة قصائد طويلة عن الهند. وكان سفيراً سورياً في الهند. وله قصيدة تحتوي على مسرحية " تاج محل " وقصيدة أخرى باسم " كاجوراؤ " وهو معبد للهندوس .

وقال الشاعر خليل مطران يصف الهند:

هي موطن السحر الحلا ل وفي اسمها السمر المفدي
من يدع هنداً يعن من أسنى معاني الشعر عدا

وقد ألفت كتب كثيرة حول فلسفة إقبال. أول من قال بنقل أفكاره باللغة العربية هو عبد الوهاب عزام. وكذلك ألف عزام كتابا باسم "محمد إقبال وسيرته وفلسفته" (1903م) يبحث فيه عن فكر إقبال وفلسفته. ومجموعات إقبال الشعرية التي نقلها عزام إلى اللغة العربية هي "رسالة الشرق" (بيام مشرق) و"ضرب الكليم" (ضرب كليم) و"ديوان الأسرار والرموز" (أسرار خودي ورموز بي خودي) و"إقبال في مسجد قرطبة" (مسجد قرطبة). والكتاب الذي يرجع الفضل إليه في تعريف إقبال في العالم العربي هو "روائع إقبال" ألفه الكاتب الشهير الشيخ الإمام أبو الحسن علي الحسيني الندوي. وقد دعاه إلى تأليفه الشيخ علي الطنطاوي. ثم جاء بعد ذلك حسين مجيب المصري وألف كتبا كثيرة حول فكر إقبال وفلسفته، فمما كتبه: "إقبال والعالم العربي" وإقبال والقرآن، دراسة قرآنية مقارنة " وإقبال بين المصلحين الإسلاميين". .. وكما ألف الدكتور نجيب الكيلاني كتابا باسم " إقبال الشاعر الثائر". وقد نالت شخصية العلامة إبي الحسن الحسيني الندوي والشيخ تقي أميني وغيرهما احتراما وتقديرا في العالم العربي.

○ دور الجامعات الهندية في تعزيز العلاقات الثقافية مع الدول العربية

إن الجامعات والدوائر العربية الإسلامية والعصرية في الهند لها دور كبير في تعزيز العلاقات الهندية العربية ، ومن أبرز الجامعات الإسلامية الهندية التي تعنى باللغة العربية وآدابها وحيث تدرس فيها العلوم الإسلامية باللغة العربية ويشتغل الطالب بالحصول على الشهادات في العلوم الدينية إلى سبع أو تسع سنوات، منها : جامعة ندوة العلماء لكاناؤ ، والجامعة الإسلامية دار العلوم بديوبند ، وجامعة مظاهر علوم بسهارنפור، والجامعة الإسلامية بنارس وجامعة الفلاح بأعظم كره وغيرها من الجامعات يدرس فيها آلاف من طلبة العلم من أنحاء الهند ومن خارج البلاد.

أما في الجامعات الهندية العصرية يوجد عدد كبير من طلبة العلم العرب في اختصاصات مختلفة وطبقا للإحصاءات الحالية يتراوح عدد الطلبة العراقيين الدارسين في الجامعة الهندية المختلفة من أربعة آلاف إلى خمسة آلاف طالب يدرسون اللغة العربية واللغة الإنجليزية والهندسة والصيدلة والرياضيات والطب بشكل عام والقانون وعلوم الحاسبات وعلم اللغة وعلوم الزراعة وعلم السموم وعلوم الإحياء وغيرها من الاختصاصات المتوافرة في الجامعات الهندية، وكذلك من دول عربية أخرى إنما يدل على العلاقات الوطيدة بين الهند والدول العربية.

و تهتم الجامعات الهندية الإسلامية والعصرية بعقد مؤتمرات وندوات عالمية كل سنة في جمهم أنحاء الهند حول موضوعات مختلفة توثق العلاقات الثقافية والأدبية بين البلاد.

○ دور الجرائد والمجلات العربية في توطيد العلاقات

إن الجرائد والمجلات الأدبية العربية الصادرة من العرب والهند أصبحت أكبر وسيلة لتعزيز العلاقة بين الشعبين، وأشهر المجلات التي لعبت وتلعب دورا هاما في مجال الرابطة الأدبية هي " الرابطة الشرقية" وصوت الشرق" الصادر من مصر، ومجلة " ثقافة الهند" الصادرة من نيو دلهي ومجلة " البعث الإسلامي " و مجلة " الرائد" الصادرتين من ندوة العلماء لكانا و مجلة " الداعي " الصادرة من دار العلوم بديوبند وغيرها من المجلات العربية .

○ جهود الدوائر والمراكز في تطوير اللغة العربية وتوثيق العلاقات

لقد بذلت " دائرة المعارف الإسلامية " بحيدرآباد جهودا قيمة في نشر علوم اللغة العربية و الحفاظ على التراث الثقافي والأدبي. وكذلك مكتبة رضا رامفور، ومكتبة خدابخش باتنا لهما دور كبير في إصدار المصادر العربية والحفاظ عليها ، ولا يوجد لهذه المكتبات والدوائر مثيل في نشر علوم اللغة العربية وآدابها.

أما المركز الثقافي العربي الهندي التابع للجامعة المليية الإسلامية بنيو دلهي ، له دور كبير في توطيد العلاقات بين الهند والبلاد العربية . فإن المركز يهتم بعقد لقاءات ثقافية وأدبية على نطاق واسع بين الهند والعالم العربي من خلال انعقاد برامج ثقافية عربية في الهند وتطوير الثقافة الهندية في الدول العربية. ويقوم المركز بنشر الدراسات والبحوث الأدبية ويبدل قصارى جهده في تطوير وتعزيز الدبلوماسية الثقافية. كما ينظم المركز لقاءات أدبية بين المثقفين الهنود والعرب .

ولقد قام المركز بترجمة أكثر من عشرين كتابا للكتاب الهنود إلى اللغة العربية مثل: الرئيس الهندي السابق السيد ايه بي جي عبد الكلام والسيد أمرياسين وأميتاب غوش والسيد بافان ورما والسيد تلميذ أحمد والأستاذ مشير الحسن والسيد مبشر جاويد أكبر وغيرهم. كما تم نقل المؤلفات الأدبية العربية إلى اللغات الهندية المختلفة مثل: "باص القيامة" لروضة البلوشي و"وجه أرملة قانتة" لفاطمة المرزوعي ومريم ، و"الحظ السعيد" لمريم السعيد و"غرفة القياس" لعائشة الكعبي. ولا يزال المركز في مضي وتقدم .

○ جهود تعزيز العلاقات بين البلدين في الآونة الأخيرة

إذا استعرضنا الجهود المبذولة في تعزيز العلاقات نجد بعض الأفراد يقومون بترجمة الكتب الهندية إلى اللغة العربية والكتب العربية إلى اللغات الهندية شخصيا، ولكن هناك مؤسسات وهيئات ومراكز هي في جهود مستمرة في توطيد العلاقات عن طريق ترجمة الكتب من وإلى اللغة العربية . ومن تلك المؤسسات والهيئات :

○ مركز عبد الله بن عبد العزيز الدولي لخدمة اللغة العربية بالرياض، المملكة العربية السعودية.

وفي الآونة الأخيرة لقد قام هذا المركز بعقد ورشات لتدريب الأساتذة والمعلمين الهنود لتدريس اللغة العربية في جامعة دلهي والجامعة المليية الإسلامية و في جامعات جنوب الهند، ونظم بعقد شهر اللغة العربية واهتم بإصدار مؤلفات وموسوعات علمية ضخمة تحتوي على واقع اللغة العربية في الهند ، فيها دراسات علمية عن ماضي اللغة العربية وحاضرها ومستقبلها .

○ المجلس المركزي لتحقيق الطب اليوناني بوزارة الصحة ورفاهية الأسرة الهندية

و "قام المجلس بتحمل مسؤولية ترجمة كتب الطب العربي القديمة باللغات الهندية، وقد أصدر المجلس حتى الآن أكثر من ٢٠٠ كتاب عربي بما في ذلك "الهاوي في الطب" للرازي في ٢٣ مجلدا وخمسة مجلدات لكتاب "القانون" لابن سينا" (١٦)

○ ساهتيه أكاديمي " (أكاديمية الأدب) بوزارة الثقافة الهندية.

و"قد بادرت " ساهتيه أكاديمي " (أكاديمية الأدب) بوزارة الثقافة الهندية إلى ترجمة الكتب الأدبية في العالم العربي، حيث وقعت اتفاقا مع اتحاد كتاب العرب في سوريا بهذا الصدد، وقد تم تخصيص عدد خاص لمجلة عربية شهيرة للأدب الهندي وهو العدد ١٢٠ من عام ٢٠٠٤ للمجلة الفصلية المعروفة " الآداب الأجنبية" ، الصادرة من دمشق، التي تصدر ترجمة الأعمال الأدبية باللغات العالمية، الشعرية منها والنثرية، وضم هذا العدد الخاص ترجمة الأدب الروائي لـ ١٨ أدبيا هنديا من أهمهم بريم شند ، أنيتا ديساي ، سوريش جوشي ، نرمل ورما وناصرة شرما" (١٧)

○ هيئة أبو ظبي للثقافة والسياحة

ولا ننسى ما قامت به هيئة أبو ظبي للثقافة والسياحة من جهود ملموسة ضمن مشروع "كلمة" و "قلم" يذكرنا بيت الحكمة في عهد الخلافة العباسية. ويترجم في هذين المشروعين الكتب الهندية إلى اللغة العربية بشكل منتظم وباهتمام بالغ. وقد ترجمت الهيئة منذ عام ٢٠٠٨ حتى الآن نحو ٢٥ كتابا من اللغات الهندية المختلفة إلى اللغة العربية الأمر الذي يستحق التقدير والاهتمام.

● مؤسسة الفكر العربي

و"قد بدأت مشروعاً لترجمة الكتب الهندية إلى اللغة العربية واختارت كابين أرديين للترجمة ، وهما " العلاقات الهندية - العربية" للشيخ سيد سليمان الندوي و " أثر الإسلام على الثقافة الهندية " للمؤرخ البارز تارا تشاند". (١٨)

وخلاصة القول : ويتوقع أن تجري هذه السلسلة من الأخذ والعطاء ويستمر هذا التبادل الثقافي والأدبي بين الهند والعرب في المستقبل كما جرت في الماضي . اذا حاولنا استعراض الأحوال الثقافية والاجتماعية للهند والبلاد العربية نجد أنها تحمل في طيات حضاراتها وثقافتها ثروة هائلة عظيمة للعلم والأدب والثقافة وعلوم اللغة العربية خاصة ويتقاضى ذلك استخراج تلك الكنوز الثمينة من المعرفة.

المصادر والمراجع :

- (1)- (دورالهند في نشر اللغة العربية (مقال ل دزبير أحمد الفاروقي من كتاب "تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٨، مركز الملك عبد الله بن عبد العزيز لخدمة اللغة العربية)
- (2)- (تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٥١٠، ل. د. صهيب عالم ، نشر من مركز الملك عبد الله بن عبد العزيز لخدمة اللغة العربية)
- (3) - (المصدر السابق)
- (4) - (الفهرست لابن النديم ص ٤٣٥)
- (5) - (المرجع السابق)
- (6)- (تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٥١٠، ل. د. صهيب عالم ، نشر من مركز الملك عبد الله بن عبد العزيز)
- (7) - (الفهرست ، ص ٣٩٢)
- (8) - (المرجع السابق)
- (٩) - (المرجع السابق، ص ٤٥١)
- (١٠)- (تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٥١٥، ل. د. صهيب عالم ، نشر من مركز الملك عبد الله بن عبد العزيز لخدمة اللغة العربية). -
- (11) - (عرب هند كے تعلقات، سيد سليمان الندوي: ص ١٥٩)
- (12)- (اللغة العربية على مدار القرن الواحد والعشرين ل د. عبد الكريم خليفة، ص ١١ نقلا عن تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٥١٥، ")
- (13)- (جريدة اللواء : يومية سياسية عربية) (العدد: ١٣٨٩) نقلا عن كتاب تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٤٧٧)
- (14) (نفس المرجع)
- (١٥) (ثقافة الهند مجلد ٤١، عدد ١، ص ٢٠٢)
- (١٦) (تاريخ اللغة العربية وواقعها في الهند" ص ٥٢٢)
- (١٧) (المصدر السابق).
- (١٨) (الصدر السابق)
